BAB E DUA

ONLINE MAGAZINE & BOOKS

علم و ہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

شمارہ نمبر63

ستمبر2023

مدیرہ:دعا علی

بابِ دُعا
آن لائن میگزین اینڈ بکس

علم و ہنر سے لوح و قلم سے ہو روشنی
بابِ دعا کھلا ہے ہمارے ہی واسطے

شمارہ نمبر 63
ستمبر 2023

آن لائن کتابوں کی فہرست

مجلسِ مشاورت

سعد اللہ شاہ

نوید سروش

شاہین زیدی

طارق تاسی

شفقت رسول قمر

مجلسِ انتخاب

عزیز عادل

سردار محمد شمیم

اشفاق رانا

ثاقب تبسم ثاقب

حبیب الرحمٰن حبیب

فہرست

السلام علیکم احباب گرامی!

میں اپنی نجی مصروفیات کے باعث کچھ عرصہ کے لیے بابِ دعا میگزین کو موقوف کر رہی ہوں

انشاءاللہ اولین فرصت میں یہ سلسلہ پھر سے شروع کیا جائے گا تب تک میگزین کے قارئین سے بہت معذرت

دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

بہت شکریہ

دعا علی

غزل (سردار محمد شمیم)

میں تھا کہ ایک ایک نَفَس ڈوبتا رہا
وہ تھا کہ ساحلوں پہ کھڑا دیکھتا رہا

دستِ طلب تھا موت سے ابتر مرے لیے
خوددار تھا سو ہنس کے سزا کاٹتا رہا

بعد از فراق درد تھا اُس کو بھی بے شمار
کہتے ہیں وہ بھی دیر تلک چیختا رہا

کارِ گراں تھا یار پہ کرنا پلَٹ کے وار
اس واسطے میں زخمِ جِگَر چاٹتا رہا

میں اُڑ رہا تھا جُراَتِ پرواز کے طفیل
صیّاد میرے پَر تو عَبَث نوچتا رہا

☆☆☆

غزل (انجم جاوید)

وقت گھرے نشان چھوڑ گیا
آئینے پر چٹان چھوڑ گیا

نا مکمل سا خواب دیکھا تھا
عمر بھر کی تکان چھوڑ گیا

وہ بھی کیا شخص تھا کہ تیروں کو
ہاتھ میں بے کمان چھوڑ گیا

جاتا لمحہ عجب شکاری تھا
ذہن پر اک مچان چھوڑ گیا

زخمی ہاتھوں نے پھول توڑا ہے
خون اپنا نشان چھوڑ گیا

رو رہی تھیں ہوائیں جنگل کی
اک پرندہ مکان چھوڑ گیا

بے زمینی کا دکھ اٹھانے کو
کھیت اپنے کسان چھوڑ گیا

☆☆☆

غزل (عزیز عادل)

اپنی کرتا ہے کسی کی نہیں سنتا، واللہ
یار کم بخت کو سو بار ہے روکا، واللہ

دائرہ کھینچنے والے نے کہا چلتے وقت
موت ہے یاں سے اگر پاؤں نکالا، واللہ

ہم نے برداشت وہ نا قابلِ برداشت کیا
ہم سے پہلے جو کسی نے نہ سہا تھا، واللہ

جان لے لے گا ہماری کسی ساعت دیکھو
بات بے بات ترا ہم پہ بگڑنا، واللہ

اپنی خوئے متجسس کو ذرا ڈال نکیل
وقت کٹ جائے گا تیرا بہت اچھا، واللہ

لطف کھو جائیں گے اک دن سبھی، عادلؔ نے کہا
تیری آنکھیں، ترے گیسو، ترا چہرہ، واللہ

☆☆☆

غزل (اشفاق رانا)

وہ اپنی انتہا پر جا چکا ہے
پلٹ جانے کا موسم آچکا ہے

تمھارے پاس وہ ہوتے ہوئے بھی
تمھی سے دور کتنا جا چکا ہے

کھڑے ہیں سال کتنے راستے میں
ابھی لمحوں کا ہی قرضہ چکا ہے

سمٹ سکتی بھی تھی یہ بات لیکن
وہ اس کو کس قدر پھیلا چکا ہے

برائی ہوگی اس میں مانتا ہوں
وہ میرے دل کو لیکن بھا چکا ہے

سمجھ میں جو نہیں آتی تھیں باتیں
مجھے وہ وقت سب سمجھا چکا ہے

سمجھتا تھا جسے اشفاق اپنا
کسی وہ اور کو اپنا چکا ہے

☆☆☆

غزل (حبیب الرحمٰن حبیب)

بصد افسوس رہ باطل یہ بیچارے گئے پتھر
میں حق گوئی کا مجرم تھا مجھے مارے گئے پتھر
مری باتیں دلیلیں تھیں مرا لہجہ تھا آئینہ
مری اس قدردانی پر سدا وارے گئے پتھر
انہی کو ڈھونڈنے پھر قافلے نکلے عقیدوں کے
بھلا آنکھوں کے مندر سے کہاں سارے گئے ہیں
اسے دیوار سے لائے مجھے در سے نکلنا تھا
اسے تعظیم بخشی اور مجھے مارے گئے پتھر
سحر سے شب پرستش بھی حبیب آئی نہ کام اپنے
یوں گرتے گر ہی نظروں سے مری سارے گئے پتھر

☆☆☆

غزل(ڈاکٹر شہباز امبر رانجھا)

بھا گیا مجھ کو ستانا تیرا
"بے سبب روٹھ کے جانا تیرا"

ایک تصویر بنائی ہے شب
لے رکھا ہے یوں نشانہ تیرا

روز رہتا ہوں پریشاں میں بھی
جب سے پکڑا ہے بہانا تیرا

شاخ و گل تو ہیں ابھی تازہ تر
باغ بن جائے ٹھکانا تیرا

غم سبھی کھاد بنیں گے میری
راس آیا ہے جلانا تیرا

ہاتھ موجود لگے ہے سر پر
یاد مجھ کو ہے سلانا تیرا

عمر گزری ہے تو کیا امبر کی
عشق باقی ہے پرانا تیرا

☆☆☆

غزل (ایس قمر انجم در بھنگوی)

ہونٹوں پہ ہر گھڑی ہے نغمے مرے وفا کے
کہتی ہے پھر بھی دنیا پیکر مجھے جفا کے

تھا ناز جس پہ دل کو اور تھا یقین کامل
بچھڑے وہ آج ہم سے وعدے سبھی بھلا کے

اس کو کہوں میں کیسے محسن بتا مجھے دل
رخصت ہوا وہ مجھ سے احسان سب گنا کے

ہونٹوں کی سرخیوں کا مرہم جگر پہ رکھ دو
سارے ہی زخم اب تک ہے منتظر عطا کے

احباب ہوں گے دشمن اپنے پرائے ہوں گے
اک بار اپنے لب کو دیکھو کبھی ہلا کے

پیڑوں کی ٹہنیوں پر گل کا پتا نہیں ہے
اثرات ہیں یہ شاید مظلوم کی دعا کے

ہے لوحِ دل پہ انجم مرقوم نام تیرا
آ دیکھ لے کبھی تو دل کی ردا ہٹا کے

☆☆☆

نظم (سلمیٰ رضا سلمیٰ)

دل سے میرے یہ نکلتی ہے دعا
اے خدا تو رحم کرنا میرے ارضِ پاک پر
جو تلے بیٹھے ہیں اس کو توڑنے
ان دغابازوں، غداروں سے بچا
دے کے قربانی بہت پایا اسے
یہ نہیں ہیں جانتے اجداد نے کھویا تھا کیا
ماؤں بہنوں بیٹیوں کی عزتیں پامال ہوتی
جاگتی آنکھوں سے دیکھی تھیں وہاں
باپ بیٹے بھائی بھی تھے کٹ مرے
ایسے ایسے سانحے جھیلے وہاں
رحم کر دے اے خدایا رحم کر
یہ خوبصورت سرزمیں تو نے جو ہم کو کی عطا
اس میں پوشیدہ خزانوں سے بھرا تحفہ دیا

تف ہے ان پر جو نہیں کرتے ہیں تیرا شکر ادا
دل میں ان کے خوف اپنا ڈال دے میرے خدا
ڈھیلی رسی کو ذرا اب کھینچ لے
اب دکھا دے عدل اپنا اے خدا
آنے والی نسلوں کو عقل و خرد کر دے عطا
علم کی دولت سے ان کو مالا مال کر
دشمنوں کے سامنے سر نہ جھکائیں وہ کبھی
ارض پاکستان میں ہو امن قائم ہر جگہ
اے خدا
بجلی پانی گیس بھی سب کو ملے
آٹا تیل و روٹی بھی سب کو ملے
مفلسوں کے گھر کا بھی چولہا جلے

اے خدا سن لے ہماری یہ دعا
دشمنوں کو، باغیوں کو کر فنا
کب تو دکھلائے گا اپنا معجزہ
اے خدا تو رحم کرنا میرے ارضِ پاک پر
دل سے میرے یہ نکلتی ہے دعا

☆☆☆

غزل (فوزیہ سعدی)

جدا ہوں لفظ اور تصویر سے بھی
خفا ہوں خود سے اور تقدیر سے بھی
نہیں ہوں خوش خوشی کی انتہا سے
گریزاں ہوں دلِ دلگیر سے بھی
مجھے خوابوں نے وہ سب دے دیا ہے
کسی کو کب ملا تعبیر سے بھی
ہوئی تخریب اس درجے کی مجھ میں
کہ اب ہے مسئلہ تعمیر سے بھی
مری سوچوں کو وسعت دینے والے
چھڑا دے جسم کی زنجیر سے بھی
خدایا! دے قلم کو ایسی خوشبو
مہک اٹھے مری تحریر سے بھی
ہمیں سعدی سے نسبت خاص ہے اور
لیا ہے کچھ اثر تو میر سے بھی

☆☆☆

غزل (عابد علیم سہو)

میں بھنور کے ساتھ تنہا تھا مگر چلتا رہا
وہ کناروں پر کھڑا تھا ہاتھ ہی ملتا رہا

میری آنکھوں میں فقط آب رواں تھا دوستو
سوچتا ہوں ان میں آ کر چاند کیوں ڈھلتا رہا

آندھیوں کے زور پہ سارے دیے بجھتے رہے
اس کا آنچل بھی ہوا کے ساتھ ہی کھلتا رہا

بے رخی اس کی کبھی خاطر میں میں لایا نہ تھا
دیکھتے ہی دیکھتے وہ بے وفا بنتا رہا

ہجر کا پہلا پڑاؤ اور صحراؤں کی دھوپ
اک سمندر آنکھ میں میرے یونہی جلتا رہا

وہ میرا تھا پر زمانے کو بتا سکتا نہ تھا
ساتھ میرے ہو کے بھی وہ کس قدر ڈرتا رہا

میری باتوں پہ یقیں کرتا نہیں ہے یہ جہاں
وہ میرا ہے روز ہی لوگوں سے میں کہتا رہا

جا رہے ہو خیر اچھا لوٹ کے بھی آؤ گے
میں تو عابد اس کی اس آواز پہ ہستا رہا

☆☆☆

غزل (زین العابدین مخلص)

ہم سے ہمارا درد چھپایا نہیں گیا
وہ دشمنِ جاں دل سے بھلایا نہیں گیا

تھی وصل میں اک آس کہ قربت رہے تری
تجھ سے مرا رقیب جلایا نہیں گیا

سب چاہتے تھے کہ کروں ترکِ تعلق
مجھ سے مذاقِ عشق اڑایا نہیں گیا

گرچہ یہ دل خفہ ہے تری بے رخی سے پر
دل سے تمہارا عکس مٹایا نہیں گیا

ہیں ہونٹ ترے خشک مگر اشک ہیں رواں
کیا تم سے بھی مخلص کو بھلایا نہیں گیا

☆☆☆

غزل (اے۔کے۔عاصی)

اِس قدر سوز ہے، کہ ساز سے ڈر لگتا ہے
دِل دھڑکنے کی بھی آواز سے ڈر لگتا ہے

تیری آنکھوں میں چُھپی بات کا دُکھ اپنی جگہ
تیرے بدلے ہوئے انداز سے ڈر لگتا ہے

شوقِ منزِل کا وہ اِظہار کِیا کرتے ہیں
جِن کو منزِل کی تگ و تاز سے ڈر لگتا ہے

وہ بھی انجام کی چِنتا میں مرے جاتے ہیں
وہ جِنہیں نُقطِہِ آغاز سے ڈر لگتا ہے

پہلے دُنیا کو وہ ہمراز بنا لیتے ہیں
اور پھِر کہتے ہیں، ہمراز سے ڈر لگتا ہے

جادہِ عِشق کے وہ لوگ نہیں ہو سکتے
جِنہیں محبُوب کے اِغماز سے ڈر لگتا ہے

جب سے رکھا ہے قدم دشتِ سخن میں، عاصی
دوستوں کو مری پرواز سے ڈر لگتا ہے

☆☆☆

غزل (امین اوڈیرائی)

حسن جوانی روپ تمہارا مٹی ہے
ہم مٹی انجام ہمارا مٹی ہے
گھر مٹی کا اور لحد بھی مٹی کی
دونوں جانب دیکھ سہارا مٹی ہے
دنیا کیا ہے اک دن خود سے پوچھ لیا
اندر سے اک شخص پکارا مٹی ہے
سچ پوچھو تو میرا تیرا کچھ بھی نہیں
مال اور زر کا جھگڑا سارا مٹی ہے
صحرا صحرا بادل بادل پیاسا من
کشتی دریا اور کنارا مٹی ہے
عشق، وفا، ایثار، مروت، چاہت کیا
آنکھوں کا ہر ایک اشارا مٹی ہے
ہو جائے گی خاک یہاں ہر چیز امین
ہم نے جو بھی وقت گزارا مٹی ہے

☆☆☆

غزل (ڈاکٹر محمد الیاس عاجز)

اب آستیں میں اپنی کوئی مار نہیں ہے
خوش بخت ہوں کہ میرا کوئی یار نہیں ہے

سب اپنے مفادات کی خاطر ہیں پریشاں
اس ملک سے اب کوئی وفادار نہیں ہے

ہم مانتے ہیں چور محافظ سے ملے ہیں
گھر والوں سے بھی تو کوئی بیدار نہیں ہے

کس کو سنائیں داستاں اپنی تباہی کی
شُنوائی کو تو اب کوئی دربار نہیں ہے

کس نے کیا ہے میرے سپاہی کو تہی دست
کہ ہاتھ میں اب تیر یا تلوار نہیں ہے

سر جُھک گیا جو غیر کی چوکھٹ پہ ترا وہ
کندھوں پہ رکھا قابلِ دستار نہیں ہے

یہ ملک زبوں حالی سے دو چار ہے عاجز
اور کہتے ہو کہ کوئی بھی غدار نہیں ہے

☆☆☆

غزل (کنزا مخدوم)

مجھ پہ ہے تیری عنایت اور بھی
دل پہ کرتے ہیں حکومت اور بھی

ظلم کی تم انتہا کرتے رہے
ورنہ دیتے ہیں اذیت اور بھی

تم ادھیڑو روح کے بخیے بھلے
دے رہے ہیں مجھ کو راحت اور بھی

کون سنتا ہے گزارش بِن ترے
کرتے رہتے ہیں بغاوت اور بھی

مانتی ہوں تیری ہر اک بات کو
کرتے رہتے ہیں نصیحت اور بھی

دل نے تجھ کو ہم سفر ہے چن لیا
ورنہ کرتے ہیں محبت اور بھی

☆☆☆

غزل (باصر زیدی)

سہتا بزم میں کون تِری رُسوائی کو
رکھا سَر آنکھوں پہ تیری جُدائی کو

دیکھوں اُس کے چہرے کی شادابی جب
بخشے جیون آنکھوں کی بینائی کو

تُجھ سے کیا شِکوہ کہ اب تک کون یہاں
ماپ سکا میرے دُکھ کی گہرائی کو

پَھیل گئی خُوشبو سی چاروں جانب جب
مَیں نے پُھول کہا میرے ہَرجائی کو

کر کے بَیعت ہِجر کے ہاتھوں پہ باصِر
مُرشد مان لیا ہم نے تنہائی کو

☆☆☆

غزل (ازورلون)

نہیں ہے ڈر کہ رہے گا یہ پیچ و تاب بخیر
وجودِ حسرتِ گشتہ کی آب و تاب بخیر

کوئی ضروری نہیں خواہشات کا ملنا
یہی بہت ہے رہے موجِ دستیاب بخیر

وگرنہ ہم تو خوشی کی کمی میں مر جاتے
خدا کا شکر کہ ہے شوقِ اضطراب بخیر

نہیں مجال کسی کی کہ خود کو روک سکے
نصیب والے ہو وحشت سے اجتناب بخیر

جناب آپ نے مشکل میں میرا ساتھ دیا
جناب آپ کو یہ آپ کا ثواب بخیر

کوئی تضاد کرے یا کہ امتیاز کرے
مرے سوال پہ لوگوں کا ہر جواب بخیر

نکل گئی ہے تمہارے بدن سے روح ازور
بروزِ حشر میں دنیا کا احتساب بخیر

☆☆☆

غزل (انصر منیر)

دل جو دیتا ہے محبت پہ بیاں سنتے ہیں
میری آنکھوں کی مرے خواب کہاں سنتے ہیں

ہم نے کچھ خواب جہاں دشت میں دفنائے تھے
اب بھی اٹھتا ہے اسی جا سے دھواں سنتے ہیں

دل سے ترسیل کے بارے میں نہیں پوچھا ہے
جتنے جذبے ہیں تری سمت رواں سنتے ہیں

پہلے کھاتا ہے یہاں رنج بیابانی کا
آگے آتا ہے کہیں کوہ گراں سنتے ہیں

جنس نایاب محبت کی نہیں اتنی بھی
دل محلے میں ہے مجنوں کی دکاں سنتے ہیں

یہ بھی سچ ہے کہ یہاں شہر میں سب بہرے ہیں
پر تری بات تو ہر طور میاں سنتے ہیں

☆☆☆

غزل (قادر حنفی)

جو پہلی ہی نظر میں مہرباں محسوس ہوتا ہے
جب اسکو سوچتا ہوں بدگماں محسوس ہوتا ہے

ہو مردہ دل کسی انسان کا تو کیا کرے کوئی
کسی کا درد پھر اسکو کہاں محسوس ہوتا ہے

اسی کو دیکھنے کی چاہ میں پتھرا گئیں آنکھیں
کہ جسکو دیکھنا راحت رساں محسوس ہوتا ہے

وہ اپنے ساتھ لاتا ہے بڑی برکت، بڑی رحمت
تجھے مہماں کا آنا کیوں گراں محسوس ہوتا ہے

تمنا دل کی پوری جس گھڑی ہو جاتی ہے قادر
تو اسکو رقص میں سارا جہاں محسوس ہوتا ہے

☆☆☆

غزل (رجب ساگر)

تلخ یادوں، تنگ آہوں کے سوا کچھ نہ ملا
زندگی سے ہمیں اشکوں کے سوا کچھ نہ ملا

ہم بھٹکتے رہے منزل کی تمنا لے کر
ہم کو اُلجھی ہوئی راہوں کے سوا کچھ نہ ملا

پوچھ مت کیسے مٹے ہم تری دنیا میں جہاں
چند خود غرض سے رشتوں کے سوا کچھ نہ ملا

زیست کے راز سمجھنے کو چلے تھے لیکن
اپنے بارے میں سوالوں کے سوا کچھ نہ ملا

کیجے غیروں کے مظالم کا گلہ کیوں ساگر
جبکہ اپنوں سے بھی دکھّوں کے سوا کچھ نہ ملا

☆☆☆

غزل (افضل ہزاروی)

کون سمجھے کہ سختیاں کیوں ہیں
میرے لہجے میں تلخیاں کیوں ہیں

ہیں جو آباد اس قدر تو پھر
اتنی ویران بستیاں کیوں ہیں

تم کو رتبہ نہیں عزیز تو پھر
در پہ عہدے کی تختیاں کیوں ہیں

کون سا روگ کھا گیا ان کو
اتنی چپ چاپ لڑکیاں کیوں ہیں

نہیں ہے راج اگر درندوں کا
سہمی سہمی سی بچیاں کیوں ہیں

جو اگاتے کپاس ہیں افضل
ان کے جسموں پہ دھجیاں کیوں ہیں

☆☆☆

غزل (فرزانہ ساجد)

کب رات چھٹے گی ظلمت کی ہم لوگ سحر کب دیکھیں گے
کب ٹوٹے گی زنجیرِ الم خوشیوں کا نگر کب دیکھیں گے؟

کچھ بیج محبت کے بو کر، کچھ خار ہٹا کے آئے ہیں
اب سوچ رہے ہیں گلشن میں پھل، پھول، شجر کب دیکھیں گے؟

کس نے بارود بچھایا ہے ہر سمت دھواں سا چھایا ہے ؟
جہاں چاند ستارے ،جگنو ہوں ہم ایسا شہر کب دیکھیں گے

لو صبر بھی کر کے دیکھ لیا اور شکر بھی کرتے رہتے ہیں
اب تم ہی کہو دنیا والو ہم اس کا ثمر کب دیکھیں گے؟

ہم کو نہ ڈراؤ طوفاں سے اب پار اترنا لازم ہے
جو خود پہ بھروسہ رکھتے ہیں وہ لوگ بھنور کب دیکھیں گے؟

☆☆☆

غزل (ڈاکٹر نزہت عباسی)

دل اگر صاف ہے لہجے میں بناوٹ تو نہ رکھ
گفتگو نرم ہے چہرے پہ کھنچاوٹ تو نہ رکھ

عکس چہروں کے ہی بٹ جائیں گے حیراں ہو کر
گھر میں آئینوں کی اس درجہ سجاوٹ تو نہ رکھ

اپنی نظروں سے ہی گر جائے نہ ہستی تیری
اپنے اندازِ نظر میں یوں گراوٹ تو نہ رکھ

ایسا لگتا ہے کہ بن جائے گا طوفاں کوئی
خشک موسم کی ہواؤں میں تراوٹ تو نہ رکھ

میں کہ واقف ہوں تیری تلخ مزاجی سے بہت
اپنی باتوں میں دکھاوے کی گھلاوٹ تو نہ رکھ

گر نہیں دل میں محبت تو یہ حجت کیسی
اپنے جذبات میں اب اتنی ملاوٹ تو نہ رکھ

یہ شجر دھوپ میں سایا نہ ثمر دیتا ہے
جو وفادار نہیں اس سے لگاوٹ تو نہ رکھ

غرق ہو جائیں گے تجھ تک یونہی آتے آتے
راستوں میں تُو سمندر کی رکاوٹ تو نہ رکھ

مجھ کو اک لمحہ رفاقت کا عطا ہو نزہت
میرے قدموں میں تو صدیوں کی تھکاوٹ تو نہ رکھ

☆☆☆

غزل (اکمل حنیف)

مسائل حل نہیں ہوتے فقط "حل" بولنے سے
زباں میٹھی نہیں ہوتی کبھی پھل بولنے سے

ہوا ہے ایک یہ بھی فائدہ مجھ کو زباں کا
اداسی کم ہوئی میری مسلسل بولنے سے

بھرم جس شخص کا رکھا ہوا تھا خامشی نے
کھلا وہ بد زباں مجھ پر مکمل، بولنے سے

ہوئے گمنام چپ رہ کر جہاں سب عقل والے
وہاں اک ہو گیا مشہور پاگل بولنے سے

بتا دیتے ہیں لہجے میں چھپی سب تلخیاں وہ
تری پیشانی پہ پڑتے ہیں جو بل بولنے سے

بتایا نسخہ پُرکھوں نے کسی کو جانچنے کا
وہ افضل ہے لگے جو شخص افضل بولنے سے

مجھے بھی نام اپنا آج اچھا لگ رہا ہے
تمھارے بے تکلف یار اکمل بولنے سے

☆☆☆

غزل (شہاب اللہ شہاب)

تیرے چہرے پہ گلوں جیسا وقار آجائے
ہر کلی پر تیری خوشبو سے نکھار آجائے

ہم وہ انساں ہیں جو اجناس کی منڈی سے ملیں
جانے کس سمت سے بکنے کی پکار آجائے

دھوکا کھاتی ہے ترے نام سے گلشن کی ہوا
ترے آنے سے گلستاں میں بہار آجائے

کیا غضب کی تیرے پیکر میں کرامت ہے کہ دوست
نام بیمار جو لے تیرا قرار آجائے

دوستوں نے تو مری موت کا سامان کیا
دشمنِ جان کو کہیں مجھ پہ نہ پیار آجائے

شہر والوں کے یہ مے خانے بہت خوب مگر
گاؤں کی تازہ ہوا سے بھی خمار آجائے

مجھ کو بس خوف سا رہتا ہے یہی جانِ شہاب
نام تیرے نہ ستاروں کا شمار آجائے

☆☆☆

غزل (ابراہیم شوبی)

مِری آنکھوں سے یہ دریا نہ جائے
سِوا کچھ بھی تِرے سوچا نہ جائے

وفائیں راس آتیں ہی نہیں جب
سو مجھ کو ٹوٹ کے چاہا نہ جائے

قدم آہستہ سے رکھنا تُو اے دل
"محبت کی وہ آہٹ پا نہ جائے"

سنو یہ آزمانا جاں نہ لے لے
مجھے ہر بار یوں پرکھا نہ جائے

تمہیں چاہت نہیں گر، صاف کہہ دو
ہمارے دل سے یوں کھیلا نہ جائے

بلا کا ہے حسیں وہ شخص سو پھر
خدا سے کیوں اُسے مانگا نہ جائے

کہو شوبی یہ ہر واعظ سے کھل کر
مجھے ہر بات پر ٹوکا نہ جائے

☆☆☆

غزل (سہیل رائے)

بات یہ ہے کہ کسی بات سے واقف ہی نہیں

وہ محبت کی روایات سے واقف ہی نہیں

ان کو بھی عمر کی تقویم میں کرتا ہوں شمار

وہ ترے دن جو مری رات سے واقف ہی نہیں

کسی موسم میں نہیں برگ و ثمر کے امکاں

سوختہ پیڑ ہوں برسات سے واقف ہی نہیں

دل کے صحرا میں جو ہے صرصرِ غم سرگرداں

تیری خوشبو تیرے باغات سے واقف ہی نہیں

کیسی ہوتی ہے سحر کیسے یہاں شام کے رنگ

شہر کے لوگ مضافات سے واقف ہی نہیں

رکھنا پڑتا ہے نگاہوں میں کسی کو ہر وقت

تو محبت کی عبادات سے واقف ہی نہیں

میرے چہرے کے خدوخال تو پڑھتا ہے سہیل

میرے چہرے میں چھپی بات سے واقف ہی نہیں

☆☆☆

غزل (سائرہ حمید تشنہ)

دیوانگی ہے بھاگنا خوابوں کے پیچھے پیچھے
گنوا لیا ہے خود کو سرابوں کے پیچھے پیچھے
حاصل نہیں ہوئی تھی اسی یونہی سروری
گزری تھی ایک عمر کتابوں کے پیچھے پیچھے
چند معتبر سے لوگوں کا لوگوں میں نام تھا
وہی گل کھلا رہے تھے نقابوں کے پیچھے پیچھے
جس قوم نے نہ جانا پیغام زندگی کا
بدنام ہو گئی وہ ربابوں کے پیچھے پیچھے
یونہی تو نہیں ہے ملتا کسی قوم کو عذاب
کچھ تو وجوہ ہوں گی عذابوں کے پیچھے پیچھے
دھیرج سے تم بھی ساتھی آگے قدم بڑھاؤ
بگڑے ہیں کام کتنے شتابوں کے پیچھے پیچھے
ان سے سنبھل کے تشنہ رہ و رسم تم نبھانا
کانٹوں کی صورتیں ہیں گلابوں کے پیچھے پیچھے

☆☆☆

عابد معروف مغل

بند کمرے میں پڑے ہیں
خواب ہجرے میں پڑے ہیں
بیٹھنا اب سوچ کر تم
خار جھولے میں پڑے ہیں
بہنوں کا حق کھانے والے
بھائی جھگڑے میں پڑے ہیں
خط پرانے تیرے سارے
گھر کے بکسے میں پڑے ہیں
شعر اور سب خواب میرے
دیکھ چولہے میں پڑے ہیں
تیری دنیا کے یہ باسی
کیسے رولے میں پڑے ہیں
سوچنا سب لوگ عابد
کس جھمیلے میں پڑے ہیں

☆☆☆

غزل (شگفتہ نعیم ہاشمی)

مثیل سیل رواں دشت و جو میں گزری ہے
حیات ہجر کے طوق گلو میں گزری ہے

وہی تو میری متاع حیات ہے جاناں
جو ایک سانس تری جستجو میں گزری ہے

گلوں کو دشت کی ویرانگی نہیں معلوم
کہ ان کی زیست فقط رنگ و بو میں گزری ہے

کیا تھا دامن دل چاک بے رخی نے تری
حیات ساری ہی کار رفو میں گزری ہے

تمام عمر کی حسرت کا دے گئی تحفہ
وہ اک گھڑی جو تری آرزو میں گزری ہے

وہ ایک بات جو کہنی تھی کہہ نہیں پائے
اگرچہ وصل کی شب گفتگو میں گزری ہے

رہی ہے گریہ کناں چشم نا رسا دائم
حیات چہرے کی ساری وضو میں گزری ہے

☆☆☆

غزل (زرقا فاطمہ)

گزرتا وقت دھوے نقش کیسے
محبت تھی تو تڑپایا کرے گی

کئی چہرے ہوں چاہے چاند جیسے
ہماری یاد تو آیا کرے گی

اندھیرے کھڑکیوں پہ جب بھی پھیلے
نہ چاہو بھی تو جاں جایا کرے گی

چلو ایسے تو رہنا سیکھ لو گے
ذباد شام کیا بھایا کرے گی

یہ آنکھیں گر تصور میں جو مہکیں
کلی نرگس کی مسکایا کرے گی

کہیں الفت کہیں دل بھی رکھیں گے
تمہاری راہ سج جایا کرے گی

☆☆☆

غزل (غلام منور)

پھر انا کو دفنایا ہے غبار ہونے کو
میں تو آیا ہوں تیرے در پہ خوار ہونے کو

ٹوٹی ہوئی کشتی کو اب گھسیٹتے ہوئے
اترے ہیں سمندر میں ہم یوں پار ہونے کو

مسکرا کے میں اپنا غم چھپا بھی لوں تو کیا
وہ دیے ہی جائے ہے زخم زار ہونے کو

اپنے دست کو وحشت سے چھپا لوں گا ٹک میں
اب کوئی بڑھائے گر ہاتھ یار ہونے کو

چپ رہا منوؔر اس کے ذلیل کرنے پر
اس کے واسطے بس اپنی ہی ہار ہونے کو

☆☆☆

(غزل)افتخار شاہد ابو سعد

کل تیرا انتظار بڑی دیر تک رہا
اک شخص بیقرار بڑی دیر تک رہا

سینے میں ایک پھانس بڑی دور تک گئی
اک تیر آر پار بڑی دیر تک رہا

میں سوئے لالہ زار روانہ رہا مگر
در پیش ریگذار بڑی دیر تک رہا

دھڑکن ہی ایک روز سنبھالی نہیں گئی
دل پر تو اختیار بڑی دیر تک رہا

ہم آگئے ہیں دشت کی مسند سنبھالنے
مجنوں ترا وقار بڑی دیر تک رہا

خوشبو کا خوشدلانہ رویہ، تمہارے بعد
اے نازشِ بہار بڑی دیر تک رہا

کچھ دیر وصلِ یار نے سرشار تو کیا
پھر ہجر کا خمار بڑی دیر تک رہا

جو دھول راستوں کی اڑائی تھی عشق نے
آنکھوں میں وہ غبار بڑی دیر تک رہا

☆☆☆

غزل (آفتاب خان)

لایا ہوں ایسے ڈھونڈ کے میں قافیے ردیف
دانتوں میں انگلی داب کے بیٹھے ہیں سب حریف

یوں لڑکھڑائیں شعر کے مصرعے ادھر ادھر
لگتا ہے ہو گئے ترے الفاظ بھی نحیف

تو سہلِ ممتنع کے سُناتا ہے گرچہ شعر
ہر بار تیری بحر بھی ہوتی ہے بس خفیف

اک دوسرے کو مان کے ہوتا ہے فائدہ
تسلیم کر لیا تجھے ، تو بھی تو بن حلیف

ہر پیٹ میں پڑا ہے ملاوٹ بھرا اناج
اکثر ہی بدمعاش ہیں ، کم کم ہیں اب شریف

بیٹوں کو جو بڑھاپے کا سمجھے تھے آسرا
سڑکوں پہ دُھول پھانکتے بیٹھے ہیں وہ ضعیف

دیکھا ہے آفتاب کو ہر دن ہی ضوفشاں
چاہے وہ ہو ربیع کہ ہو موسمِ خریف

☆☆☆

غزل (اشرف حسن عارفی)

دل میں اپنے صنم بسا کرکے
ہم کو تڑپاؤ نا وفا کرکے

دور مجھ سے نہ جا جدا ہو کر
تجھ کو مانگا بہت دعا کرکے

لوگ کہتے ہیں عشق آفت ہے
ہم بھی دیکھیں گے تجربہ کرکے

بھول پایا نہ میں شگفتہ جبیں
جب سے دیکھا ہے سامنا کر کے

ظلم کیا ہے ذرا بتائے کوئی
چپ ہیں کیوں یار وہ جفا کرکے

دل کی دنیا اجاڑ لی میں نے
عشق میں خود کو مبتلا کرکے

پارسا کیسے ہو گئے ، اشرف
خوش ہیں اپنوں سے جو دغا کرکے

☆☆☆

شعیب امجد شائق

اس کی تلاش میں
بہت دور تک گیا ہوں میں
کبھی ہجوم میں
کہیں پہ تنہا
قریہ قریہ، شہر شہر
نگر نگر گھوما
بیابانوں میں
ریگ زاروں میں
سمندروں میں
اور پہاڑوں میں

کھیت کھلیان
ندی کے پانی میں
زمیں پہ موجود
ہر نشانی میں
مہکتے پھولوں کی
خوشبوؤں میں بھی
اور گلستاں میں
رنگ و بو میں بھی
آبادیوں میں اور
بیابانوں میں

رونقوں میں اور
ویرانوں میں
جہاں کہیں پہ
میری یہ نظر ٹھہری
وہیں وہیں پہ
اس کی ہی خبر ٹھہری
دور و نزدیک کی
ہر شے سے باخبر پایا
شائق اُسے تلاش کیا
اور قریب تر پایا

☆☆☆

غزل (محمد فاروق خان جرال)

ان کا میری راہ پہ چلنا مشکل ہے
مجھ کو اپنی راہ بدلنا مشکل ہے

جھوٹ کا سکہ چلتا ہے اب بستی میں
منہ سے سچی بات نکلنا مشکل ہے

قوم تو اپنی خوابیدہ ہے برسوں سے
اِس کی اب تقدیر بدلنا مشکل ہے

سر پہ بوجھل گٹھڑی ہو احسانوں کی
پھر تو سینہ تان کے چلنا مشکل ہے

گر جائے جو شخص کسی کی نظروں سے
اُس کا پھر فاروق سنبھلنا مشکل ہے

☆☆☆

(غزل)سفر ندیم زہری

نمازوں کو جس نے قضا کر دیا ہے
خدا کو خودی سے خفا کر دیا ہے

ہمارے لہو سے لکھی داستاں تھی
ہمیں پھر وطن سے جدا کر دیا ہے

لبوں پر ہمارے عجب تشنگی تھی
یہ ساقی نے ساگر عطا کردیا ہے

شکایت تو تم کو نہیں تھی ستمگر
ستم کیوں یہ دل پر روا کر دیا ہے

سُنی کب کسی نے دلوں کی صدائیں
خودی کو خودی سے بڑا کر دیا ہے

ملی ہے محبت کسے اس جہاں میں
محبت کو کس نے فنا کر دیا ہے

زمانہ سمجھ لے خدا کی رضائیں
اسی نے خضر کو بقا کردیا ہے

بچا لو وطن کو یہی فلسفہ ہے
وطن کو کہاں پھر کھڑا کر دیا ہے

قمر سے کرو مت شکایت" سفر پھر
اسی نے جہاں کو ضیا کر دیا ہے

☆☆☆

غزل (مدثر اشتیاق)

شفقت بھرا وہ ہاتھ جو سر پر نہیں رہا
پھرتا ہے در بدر یہ بدن سر نہیں رہا

رہبر مجھے تو باپ سے بہتر نہیں لگا
منزل کی جستجو تھی کہ رہبر نہیں رہا

آنکھیں بے نور ہو گئیں مہتاب کھو گیا
جب سے وہ میرے سامنے منظر نہیں رہا

جب باپ ساتھ تھا دو قدم آسمان تھا
میں آسماں سے گر گیا شہپر نہیں رہا

اجڑے ہوئے مکان کو کیسے میں گھر کہوں
بے گھر میں ہو گیا ہوں مرا گھر نہیں رہا

مجھ پر ہوئی عیاں یوں ترے بعد زندگی
ہموار تھا جو رستہ برابر نہیں رہا

چلنا ذرا سنبھل کے مدثر تُو ہر قدم
دستِ دعا تجھے وہ میسر نہیں رہا

☆☆☆

غزل (میم عین لاڈلہ)

یکساں نہیں ہیں سب کے خیالات دیکھئے
ہونے نہ پائیں پھر سے فسادات دیکھئے

ہے وقت کا تقاضہ کہ رہنا ہے ہوش میں
بدلے ہوئے ہیں ملک کے حالات دیکھئے

جب آستھا کے نام پہ ہوتا ہو فیصلہ
لازم ہے کی اٹھیں گے سوالات دیکھئے

کس کی نظر لگی ہے یہ جمہوریت کو آج
گھیرے ہوئے ہیں ملک کو خطرات دیکھئے

قانون جیسے بن گئی کوئی رکھیل اب
منصف کے بھی ہیں بک گئے جذبات دیکھئے

ہے لاڈلہ بھی داؤ پہ اس ملک کا وقار
بڑھتے ہی جارہے ہیں جو شبہات دیکھئے

☆☆☆

غزل (قاسم محمود ضاد)

بات یوں ہے کہ مجھے للکار سے ڈر لگتا ہے
جاہلوں کی صَفِ مکار سے ڈر لگتا ہے

میں رہوں گا، نہ رہے گا یہ ترا سارا حسن
اس جہاں کے سبھی ادوار سے ڈر لگتا ہے

اے محبت میں تجھے جانتا ہوں اک ضرّار
اس لیے ہر ترے اذکار سے ڈر لگتا ہے

زندگی خوب ترے دیکھے تماشے میں نے
اب تو ہر بات کے اظہار سے ڈر لگتا ہے

چاہتا ہوں کہ بنا بھرم رہ جائے میرا
وہ سمجھتا ہے مجھے پیار سے ڈر لگتا ہے

مٹھی بھر خاک ہے اوقات تری تم ہو کیا؟
ڈر خدا داد جو جرار سے ڈر لگتا ہے

چاہتا ہوں کہ رہے میرا بھرم کنبے میں
وہ سمجھتا ہے مجھے پیار سے ڈر لگتا ہے

☆☆☆

غزل (اختر چیمہ)

شکوہ نہیں اعدا نے اگر آگ لگا دی
دکھ یہ ہے کہ اپنوں نے بھی شعلوں کو ہوا دی

ہر شخص ترے جلوہء رعنا پہ فدا ہے
ہر سمت ترے حسن نے ہے دھوم مچا دی

ڈھائیں گے ستم ظلِ الٰہی کے حواری
بھولے سے کسی نے بھی اگر حق کی صدا دی

کم ظرف زمانے سے کوئی آس نہ رکھی
جیسی بھی نبھی ہم نے بہرحال نبھا دی

ہے باعث تسکین دل و جاں لب گویا
جب چاہا پئے ذوق اسے کال ملا دی

لینے نہ دیا چین کبھی اہلِ وفا کو
نا کردہ گناہوں کی زمانے نے سزا دی

کم ظرف حسینوں میں مروت نہ حیا ہے
حسرت ہی دل زار نے چاہت کی بھلا دی

☆☆☆

غزل (سید نوید جعفری)

اَنگُشت بدنداں ہوں، فرزانے مچل جائیں
اک چال کوئی ایسی دیوانے بھی چل جائیں
ہم حسنِ مجسم پر جب کہنے غزل جائیں
ہر رنگ محبت کے الفاظ میں ڈھل جائیں
ممکن ہی نہیں بچ کر پابندِ اجل جائیں
اس سرحدِ ہستی سے بہتر ہے نکل جائیں
اشکوں کا تلاطم کیوں دل سے ہی تصادم کیوں
کیوں جھیل سی آنکھوں سے خوابوں کے کنول جائیں
ہر راہ کا مصدر تم ہر راہ کا مرکز تم
ممکن ہی نہ تھا ہم سے ہم راہ بدل جائیں
منزل کا اشارہ خود مل جاتا ہے ٹھوکر سے
اس واسطے گرتے ہیں شائد کہ سنبھل جائیں
کیا جانیئے کل سورج کس جا ہمیں پائے گا
ہم وعدۂ فردا سے کس طرح بہل جائیں
کشکولِ نظر لیکر بیٹھے ہیں ترے در پر
بن دیکھے جھلک تیری ممکن نہیں ٹل جائیں
بدلیں گے زمانے کو ہے عزم نویدؔ اپنا
ہم ساتھ زمانے کے کس طرح بدل جائیں

☆☆☆

غزل (اعظم سہیل ہارون)

کبھی جو پل ہمارا تھا تمہارا ہو بھی سکتا ہے
ترے آنگن میں جگنو سا ستارا ہو بھی سکتا ہے

کسے آباد کرنا ہے؟ کسے برباد کرنا ہے؟
یہ ظالم عشق ایسا ہے دوبارہ ہو بھی سکتا ہے

ضروری تو نہیں ہر وقت اس کا ساتھ ہی رہنا
اسے کہنا مرا تجھ سے کنارا ہو بھی سکتا ہے

تعلق توڑ کر جینا اسے مشکل نہیں لگتا
کبھی میری طرف ان کا اشارا ہو بھی سکتا ہے

یہ اس نے آج پوچھا ہے بتانا سچ مجھے اعظم
محبت کے بنا اپنا گزارا ہو بھی سکتا ہے؟

☆☆☆